بسم اللہ الرحمن الرحیم

سچ

لکھنؤ سے ہر جمعہ کو نکلتا ہے

قیمت سالانہ سے ؎ | قیمت ششماہی عہ؎
بیرون ہند ۱۰ شلنگ | فی پرچہ ۱/

نمبر ۴۷ | ۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ - ۶ دسمبر ۱۹۲۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

فرض کیجیے، خدا نخواستہ آپ کا کوئی عزیز سخت بیمار ہے۔ آپ اُسے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر دیکھ کر اُس کی صحت کی جانب سے مایوسی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ کے دل پر کیا گذر جاتی ہے! آپ کس قدر پریشان و غمگین ہوتے ہیں، اور پھر وہ ساری تدبیریں جو آخری سوجھ بوجھ کی جاتی ہیں، اُنکے کرنے پر آپ آمادہ ہو جاتے ہیں! آپ خوب جانتے ہیں، کہ ڈاکٹر عالم غیب پر واقف نہیں، ڈاکٹری تشخیص کو بارہا غلط ہوتے بھی آپ دیکھ چکے ہیں، خود ڈاکٹر کو بھی اپنی رائے کے بالکل یقینی و قطعی ہونے کا دعویٰ نہیں، باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل آپ کے قابو میں نہیں، اور اس عزیز سے جتنا زیادہ تعلق آپ کے دل کو ہے، اُسی نسبت سے آپ غم و صدمہ بھی زیادہ محسوس کر رہے ہیں، حالانکہ بہت ممکن ہے کہ ڈاکٹر کی رائے بالکل ہی غلط ثابت ہو!

لیکن ایک اور وقت بھی پیش آنے والا ہے، جسکا پیش آنا ظنی و احتمالی نہیں، قطعی و یقینی ہے۔ آپ کے کسی دوست یا عزیز کو نہیں بلکہ خود آپ کو۔ اسکی خبر دینے والا کوئی فرد واحد نہیں، جسکی دیانت یا جسکی واقفیت میں شک و شبہ کی گنجائش ہو، بلکہ اسکی خبر دینے والی ہر زمانہ اور ہر ملک کے پاکوں اور سچوں کی پوری جماعت رہی ہے، اور جس میں کسی قسم کی نزاع یا اختلاف نہیں۔ پھر کیا ہے کہ اس متواتر اور برابر دست اپنی ذات سے متعلق خبر کو سُن کر آپ میں کوئی اضطراب و انتشار نہیں پیدا ہوتا، اور آپ بدستور کھاتے پیتے، بیٹھتے بولتے، دوستوں سے ملتے اور خرچ کرنے، مکان بنوانے اور زمینداری کے انتظام کرنے، روپیہ کمانے اور بینک میں جمع کرنے، غرض دنیا کے ہر کام میں اُسی طرح لگے ہوئے ہیں! یہ خبر کس وقت سے متعلق ہے؟ اُس "وقت" اُس "ساعت" کا ذکر قرآن پاک میں پڑھیے، حدیث نبوی کے اوراق میں تلاش کیجیے، توریت، انجیل، دنیا کی ہر قوم کی مقدس کتابوں میں دیکھیے، دنیا کے ہر پاک نفس، ہر برگزیدہ، ہر ممتاز کی زبان سے سُنیے، اور اس پر بھی تشفی نہ ہو، تو برقی روشنی کی جگمگاہٹ سے الگ، تاریکیوں میں، آبادیوں کے ہجوم سے الگ، تنہائیوں میں، شہروں کے شور و شغب سے الگ، خاموشیوں میں، خود اپنے دل سے دریافت کیجیے

وہ وقت، آہ وہ وقت، جب ہماری یہ دنیوی عزتیں اور سرداریاں، یہ حکومتیں اور وجاہتیں، یہ پُرتکلف پوشاکیں اور بیش قیمت سواریاں، یہ کوٹھیاں اور بنگلے، یہ گاڑیاں اور موٹریں، یہ رشوتیں اور سُود خواریاں، یہ زمینداریاں اور ریاستیں، یہ اختیارات اور عہدے، یہ جاگیریں اور منصب، یہ تعلیمی ڈگریاں اور پیشہ ورانہ شہرتیں، ان میں سے کوئی ایک شے ذرہ بھر بھی کام نہ آسکیگی! وہ وقت، جب اس جسم کے، جسکی پرورش و نازبرداری میں آج ہم بے تکلف اپنے غریب عزیزوں اور محتاج ہمسایوں کی حق تلفی کر رہے ہیں، پور پور سے جان کھنچ کھنچ کر نکل رہی ہوگی، وہ وقت جب بیوی اور بچے، بھائی اور بہن، دوست اور عزیز، کسی کی بھی "دلچسپ" "پُرلطف" "شگفتہ" صحبت ہمیں ہنسا سکنے پر قادر نہ ہو سکے گی، وہ وقت، جب یہ جسم سفید چادر میں

ایڈیٹر: عبد الماجد

پیدا ہوا، ایک گھڑی چارپائی پر پڑا ہوگا۔ وہ وقت، جب ہم اپنے جسم نازک سے ایک مکھی تک کو بھی نہ اُڑا سکیں گے، وہ وقت، جب ہمیں اپنے عزیزوں اور یگانوں ہی کے ہاتھوں ایک تنگ و تاریک گڑھے میں ڈال دینا پڑیگا اور ہمارے اوپر سیکڑوں من مٹی ڈال دی جائے گی، وہ وقت جب ہمارا یہ جسم، جسکی آرایش و زیبایش کی دھن میں آج اسقدر طاعت اور مخلوق کی خدمت سب کچھ بھولی ہوئی ہے، گل کر اور سڑ کر ایسا گھناؤنا ہو جائیگا، کہ خود ہمارے بیوی اور بچے تک اس سے وحشت کر کرکے بھاگیں گے، اس نازک اور مشکل گھڑی کو، اس قطعی اور یقینی وقت کو بُھلائے رکھنا، کیا یہی ہماری دانشمندی، یہی ہماری زیرکی، یہی ہماری دانائی ہے؟

منکروں کا اقرار

ٹامس امریکہ کے موجد اور ماہر سائنس ایڈیسن (موجد گراموفون) کا نام اپنی بیشمار ایجادوں کے باعث ایک عالم میں مشہور ہے۔ آپ نے حال میں ایک انگلستانی اخبار ڈیلی کے نامہ نگار کو اپنے عقاید سے متعلق ایک بیان دیا ہے، جس میں فرماتے ہیں:

"میری ساری عمر سائنسی حقایق کے تجربہ میں گذری ہے اور مجھے جب تک قطعی شہادت نہیں مل جاتی، میں کسی شے کا یقین نہیں کرتا۔ لیکن اب میں اس منزل پر پہونچ گیا ہوں، کہ اب قطعیت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، کہ میری تحقیقات کے نتائج حیات بعد الموت کی زبردست تائید میں ہیں۔ بلکہ میں تو یہاں تک ماننے کو تیار ہوں، کہ اس دُنیا اور مُردوں والی دُنیا کے درمیان نامہ و پیام بھی ممکن ہے۔ برقیات اور بے سلکی پیام رسانی کے سلسلہ میں سائنس کے اسرار پر مجھے جتنا زیادہ دسترس ہوتا جاتا ہے، اسی نسبت سے میرا یہ یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے، کہ ہادیانِ قدیم، جو سوچتے تھے، اور زندوں اور مُردوں کے درمیان نامہ و پیام کے قائل تھے، ہم لوگوں سے کہیں زیادہ علم و خبر رکھتے تھے۔"

ہمارے وہ نوجوان عزیز، جن کے پاس روحانیت سے انکار، وجود روح سے انکار، دوزخ و جنت کے وجود سے انکار، عالم الغیب کے وجود سے انکار کی کل یہی ایک دلیل ہے، کہ جدید سائنس انکے وجود کا منکر ہے، سائنس کے سب سے بڑے ماہر کی زبان سے، آخر عمر میں، انکار کو نہیں اقرار کو سُن رہے ہیں؟ فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔

حکمرانی کا نیا معیار

کل تک مشرقی تاجداروں کی یہ کہانیاں سُن رہے تھے، کہ فلاں بادشاہ نے شراب کے ایک پیالہ پر سلطنت کو قربان کر دیا، فلاں رئیس نے کسی ایک نگاہ ناز کی قیمت میں ساری ریاست دے ڈالی ہے۔ آج ایک مغربی عالم، ایک شایستہ ملک کے ایک شایستہ فرزند، سلطنت برطانیہ کے ایک رکن رکین آنریبل اف جنکیس سے متعلق یہ واقعہ دیکھ رہے ہیں، کہ لارڈ موجودہ گورنر بنگال کے جانشین کی حیثیت سے جب صوبہ بنگال کی آیندہ گورنری آپ کی خدمت میں پیش کی گئی، تو آپ نے یہ دریافت فرمایا کہ "کلکتہ میں گالف کھیلنے (انگریزی قسم کا گلی ڈنڈا) کا میدان بھی ہے؟" اور جب اسکا جواب اثبات میں مل گیا، تو آپ نے بلا تامل فرمایا، کہ مجھے گورنری منظور ہے! (ویسٹ منسٹر گزٹ، لنڈن، مورخہ ۵ - نومبر سنہ ۱۹۲۶ء ایڈیٹوریل - بحوالہ مارننگ پوسٹ)

گویا صوبہ کی گورنری کی اہلیت کا معیار اب گالف کا میدان رہ گیا ہے! اور جس کے ہاتھ میں کروڑوں بندگان خدا کی قسمت کی باگ دیدی جانیوالی ہے، جو ایک اجنبی ملک و قوم کے درمیان حاکم اعلی بنا کر بھیجا جا رہا ہے جسکے آگے کروڑوں انسانی ہستیوں کی گردنیں خم ہونگی، اسکے لیے رعایا کی زبان، رعایا کے مذہب، رعایا کے جذبات و احساسات کے جاننے اور دریافت کرنے کی مطلق ضرورت نہیں، انکی طرف سے وہ کامل بے تعلقی، بے التفاتی برت سکتا ہے، اسکے لیے صرف اتنا جان لینا کافی ہے، کہ اس شہر میں اسکے کھیل کود کے لیے جگہ موجود ہے! بعض احادیث میں قرب قیامت کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے، کہ حکومت نااہلوں کے ہاتھ میں آجائیگی۔ خدا معلوم، قیامت کو قریب بتانا بھی تعزیرات ہند میں کب سے جرم قرار پائیگا؟

خلافت کمیٹی اور ٹرکی و حجاز

ایک لکھنوی روزنامہ صاحب نے سچ کے ایک نوٹ کو اپنے ادارتی کالموں میں جگہ دینے کے بعد، ضمناً یہ خیال ظاہر کیا ہے، کہ "منصب خلافت کی تنسیخ کے بعد سے خلافت کمیٹی، ٹرکی کے معاملات سے بے تعلق ہو گئی ہے، اور تشکیل حکومت حجاز کی بے نتیجہ بحث پر اپنا وقت صرف کر رہی ہے" اور ازراہ لطف و کرم سچ کے ایڈیٹر سے یہ خواہش کی ہے، کہ وہ خلافت کمیٹی کو اس طرف توجہ دلائے۔

ہمارے ان عزیز معاصر کو معلوم ہونا چاہیے، کہ ترکوں سے ہمارے اس قدر گہرے تعلقات کی بنا محض انکی خدمت حجاز، اور مرکزیت خلافت ہی تھی جس وقت سے انھوں نے ان دونوں خدمتوں سے از خود استعفاء دیدیا، انکی حیثیت، محض ایک عام اسلامی برادری کے رکن کی رہ گئی ہے، جس طرح اور تمام مسلمان ملکوں کی ہے۔ انھیں شرف تخصیص جو کچھ حاصل تھا، وہ محض انھیں دونوں خدمتوں کی بنا پر تھا، افسوس یہ ہے، کہ اس شرف سے وہ از خود دست بردار ہو گئے، اور اسکے بعد سے برابر شریعت اسلام ہی سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کی خلافت کمیٹی نہایت صحیح اصول پر انکی دوست، ہمدرد و خادم اسی وقت تک تھی جبتک وہ خود اپنی "اسلامیت" اپنی خدمت حرمین، اپنی مذہبی خلافت پر قائم تھے، اب جبکہ وہ اس نقطہ سے ہٹکر "ترکیت" "وطنیت" و "قومیت" کو اپنا نصب العین بنانے لگے ہیں، تو قدرةً انھیں خلافت کمیٹی سے بھی توقعات نہ باقی رکھنی چاہییں۔ کل تک وہ "مسلمین" تھے، اور کسی کے "خادم" تھے، اسلیے ہم انکے خادم تھے، آج جب انھیں "خادم" بننے، اور کسی کے آستانہ کی جاروب کشی میں شرم آ رہی ہے، تو اس ننگ و عار کے ساتھ مخدومیت کا شرف و احترام بھی بہر حال باقی نہیں رہ سکتا۔ "خلافت" تو محض ایک آئیڈیل کا نام ہے، اس شے کا نام ہے جو خاک کے پتلے کو، نجاست سے بھرے ہوے گوشت و پوست کو بلند و ارفع بنائے ہوے ہے، اگر کوئی بدنصیب بیچارہ اپنے سے اس رشتہ ہی کو کاٹ رہا ہے، اور اس ذریعہ نجات سے تعلق ہی کو منقطع کر رہا ہے، تو جب اجل [illegible] آپ تک کے کام آئیگی [illegible] ترکیت و وطنیت [illegible] ترک بیچارے اپنی ترکیت کا سہارا کیونکر پکڑ سکتے ہیں [illegible]

ایک گروہ ایسا ہے، جو وہاں کے متعلق ہر بری و ناقص ہی کو اپنی کامیابی [illegible] سمجھتا ہے، ان کو اپنی بدگمانی ہر وقت ہی کو اپنی عزت کیوں بھا رہا ہے، آئیے ہم اور آپ مل کر دعا کریں

ہو کر دشمن اپنی [illegible] کو دو بدو ترقی دے۔ [illegible] کفر سرنگوں ہو، ترا بول بالا [illegible] خم!

اسلام کا نظام جمہوریت

(از خامہ مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ)

نمبر (۲)

جبلہ بن ایہم غسانی ایک عیسائی شہزادہ نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا تھا۔ طوافِ کعبہ کے موقع پر اسکی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اسکے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارا۔ اُس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آکر شکایت کی آپ نے سن کر کہا کہ تم نے جیسا کیا تھا ویسی ہی اسکی سزا پائی۔ اس نے کہا "ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے تو اسکی سزا قتل ہے" مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس جاہلیت میں ایسا ہی تھا، لیکن اسلام نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کر دیا" جبلہ اس ضد میں پھر عیسائی ہوگیا اور روم بھاگ گیا۔ لیکن خلیفۂ اسلام نے مساوات اسلامی کی قانون شکنی گوارا نہ کی۔

مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر غور کرنا چاہیے۔ آنحضرتؐ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے، تاہم آپ نے عام مسلمانوں سے اپنے لیے کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔

ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے صحابہ نے کام تقسیم کر لیے تو جنگل سے لکڑیاں لانے کی خدمت سرور کائنات نے خود اپنے ذمہ لی!

حضرت انس دس برس خدمت نبوی میں رہے، لیکن انکا بیان ہے کہ اس طویل مدت میں میں نے جتنی خدمت آپ کی کی اس سے زیادہ آپ نے میری کی۔ مساوات کا یہ عالم تھا کہ "ما قال لی فی شیٔ لم فعلت" بھیجنے تکا نہ کام لینا یا جھڑکی دینا تو کیسی بات ہے، کبھی آپ نے یہ بھی نہ کہا کہ فلاں کام یوں کیوں کیا؟

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو آپ نے فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں جنکو خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ جو خود پہنو وہ انکو پہناؤ"۔

اسلام نے نہایت شدت کے ساتھ اس سے روکا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو "غلام" اور "باندی" کہے۔ کیونکہ سب خدا ہی کے غلام ہیں۔ اسی طرح غلاموں کو فرمایا کہ اپنے مربیوں کو آقا نہ کہیں کہ مساواتِ اسلامی میں اس سے فرق آتا ہے۔

ایک بار ایک صحابی نے آنحضرتؐ کو ان الفاظ میں خطاب کیا کہ "اے آقائے من" آپ نے فرمایا کہ مجھے آقا نہ کہو، آقا تو ایک ہی ہے یعنی خدا"

خلفائے راشدین جو تاریخ اسلامی کے زندہ پیکر تھے، اُن کا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا۔ حضرت عمرؓ اور انکا غلام سفر بیت المقدس میں باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ بیت المقدس کے جب قریب پہنچے تو غلام کی باری تھی، غلام نے عرض کیا کہ آپ سوار ہوں کہ شہر نزدیک آگیا، آپ نے نہ مانا۔ اور آخر خلیفۂ اسلام بیت المقدس میں اس طرح داخل ہوا کہ اُسکے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور اونٹ پر اُس کا غلام سوار تھا! حالانکہ یہ وہ وقت تھا جبکہ تمام شہر خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت کا تماشہ دیکھنے کے لیے اُمڈا تھا! یہ واقعہ مشہور ہے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافت حال کے لیے عسکر اسلام میں بھیجا۔ جاسوس اسلام کے ان سچے نمونوں کو دیکھ کر جب واپس آیا تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں بول اُٹھا

ہم باللیل رہبان و بالنہار فرسان ولو سرق ابن ملکہم قطعوہ وان زنی رجموہ

یہ لوگ راتوں کو استغراق عبادت میں راہب ہوتے ہیں اور دن کو شہسوار اگر انکا شہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالیں اور اگر زنا کرے تو اسے بھی رجم کریں۔

خصائص مسلم کی یہ اصلی تصویر تھی!

قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا جنکو آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ لیکن جب اس واقعہ کے متعلق آپ سے سفارش کی تو آپ نے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا

انما اہلک الذین قبلکم انہم کانوا اذا سرق فیہم الشریف ترکوہ واذا سرق فیہم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدہا (بخاری الشفاعۃ فی الحدود)

اے لوگو! تم سے پہلے قومیں اس لیے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا (چوری کا ذکر خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے ورنہ اس سے مراد تمام جرائم ہیں) تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اسکو سزا دیتے۔ لیکن خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُسکے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

یہ ہے اسلام کی فرمانروائی کی اصلی تصویر، اور یہ ہے وہ مساوات کی حقیقی تعلیم جسکے ساتھ اعمال نبوت کا اسوۂ حسنہ بھی پیش کر دیا گیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے یورپ کو استبداد و تسلط اور امتیاز افراد سے نجات دلائی اور اُس نے معلوم کیا کہ ہر انسان بحیثیت انسان ہونے کے انسان ہے، اگرچہ وہ سر پر تاج اور ہاتھ میں عصائے حکومت رکھتا ہو۔ لیکن باینہمہ آج بھی جبکہ تمام یورپ سے شخصی فرمانروائی کا جنازہ اٹھ چکا ہے، جبکہ قانون کی عزت سب سے بالاتر سمجھی جاتی ہے، جبکہ مساوات و آزادی کے غلغلوں سے اسکا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے، ایک نظیر بھی ایسی پیش کیجا سکتی ہے جس میں فرمانروائے وقت نے ایسے صاف لفظوں میں مساوات انسانی کا اعلان کیا ہو۔ اور خود اپنے اوپر اسکا نمونہ پیش کرنے کے لیے آمادہ ہوا!

انگلستان میں بادشاہ قانون کا تابع بیان کیا جاتا ہے اور امریکہ و فرانس میں پریسیڈنٹ ایک ماتحت مشورہ فرمائے حکومت سے زیادہ نہیں، لیکن اگر واقعات و نظائر کے جمع کرنے پر متوجہ ہوں تو صدہا واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون کے اس دور مساوات و آزادی میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم رکھا ہے جیسا کہ ہندوستان میں منو کے زمانہ میں تھا، یا دور مغلیہ کی

ان انسانی پرستش گاہوں کے عہد میں جسکو آج تاریخ لعنت و نفرین کے ساتھ یاد کرتی ہے!

ہم کو یورپ کی اُن عدالتوں کا نشان دو، جہاں بادشاہ وقت ایک معمولی فرد رعایا کے دعوے کی جواب دہی کے لیے آکھڑا ہو۔ کیونکہ ہم نہ صرف مدینہ کی اس سادہ عدالت کو دیکھ چکے ہیں، بلکہ دمشق اور بغداد کی پرشوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں، ہم کو وہ قانون بتلاؤ جس نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح، بادشاہ کی لڑکی کو بھی دینی چاہی ہو۔ کیونکہ عرب کے اس قدوس بادشاہ کا اعلان ہم پڑھ رہے ہیں، جو بادشاہتوں کو مٹانے کے لیے آیا تھا۔

کیا آج بھی قانون عملاً ادنیٰ و اعلیٰ میں تمیز نہیں کرتا؟ کیا کل کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے اعلان کر دیا تھا، کہ بادشاہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا؟ اور نہ کوئی ادنیٰ سے اعلیٰ عدالت اُسکے نام سمن جاری کر سکتی ہے؟ یہ اعلان ہی نہیں بلکہ قانون ہے، کیونکہ قانون نے باوجود ادعائے مساوات بادشاہ کو عدالت کی حاضری سے بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے!!

صدیوں کی جد و جہد کے بعد آج دنیا کا حاصل حریت اس سے زیادہ نہیں۔ پھر وہ دعوت کیسی مقدس و محترم، وہ داعی من اللہ کیسا عظیم و جلیل تھا، جس نے چھٹی صدی کی تاریکی میں حقیقی حریت و مساوات انسانی کا چراغ روشن کیا، اور اعلان کر دیا کہ

"لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدہا!"

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم!

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی جو پہلی تقریر کی تھی اُسکے حسب ذیل فقرے پڑھو:-

وان اقواکم عندی الضعیف حتی آخذ لہ بحقہ وان اضعفکم عندی القوی حتی آخذ منہ الحق (ابن سعد، ج ۳ ص ۱۲۵)	تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک کہ میں اُس سے حق وصول کر لوں اور جو ضعیف ہے وہ قوی ہے تا آنکہ میں اسکو اُسکا حق دلوا دوں۔

اس مساوات کی تعلیم نے پیروان اسلام کے قلب و دماغ کو حریت و مساوات کے تخیل سے لبریز کر دیا تھا۔ فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بنکر گئے اور تخت پر اُسکے برابر بیٹھ گئے، تو درباریوں نے سوء ادب دیکھ کر تخت سے اُتار دیا تھا۔ اسپر اُنکی زبان سے کس بیباکی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں:

انا معشر العرب لا یستعبد بعضنا بعضا (طبری ص: ۱۰۰۰)	ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں ہے، یہ تمہارا کیا حال ہے۔

امتداد زمانہ نے خصوصیات اسلام بہت کچھ مٹا دیے، تاہم اس واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سفید قومیں اپنی عبادت گاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ صف میں نہیں بیٹھ سکتیں، لیکن مساجد اسلامیہ میں ایک ادنیٰ ترین مسلمان ایک امیر الامراء بلکہ شاہ افغانستان کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے، اور اسکو کوئی اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ کیا ان تعلیمات و واقعات کے بعد بھی کس کہتا ہے کہ اسلام میں مساوات نہیں؟ اور اس بارے میں وہ آج یورپ سے اس حریت لینے کا محتاج ہے؟

نظام جمہوریت کا تیسرا رکن یہ ہے، کہ امام یا خلیفہ کا تقرر انتخاب عام سے ہو، اور دوسروں پر حقوق میں اسکو کوئی ترجیح نہ ہو۔ اس بحث کو ہم دو حصوں میں بیان کریں گے:-

(۱) تاریخ شاہد ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا تقرر بھی وراثت یا استبداد رائے سے نہیں ہوا، بلکہ مجمع عام میں مہاجرین و انصار کی کثرت رائے سے (جو ممبرز ارکان خاص تھے) حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت عمرؓ کی تحریک اور مہاجرین و انصار کی تائید اور عامہ مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا، حضرت عمرؓ کا انتخاب حضرت ابوبکرؓ کی تحریک مہاجرین و انصار و عامہ مسلمین کی تائید و قبول سے ہوا، حضرت عثمانؓ کو عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کی ایک مجلس نیابتی کے انتخاب اور عام اہل مدینہ کے مشورہ سے خلیفہ بنایا گیا، اسی طرح حضرت امیر اہل مصر و اہل مدینہ کی تجویز و قبول سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے تو صاف فرما دیا "لا خلافۃ الا عن المشورۃ" (کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۹) یعنی خلافت صرف عام مشورہ سے طے ہو سکتی ہے، شریعت میں اسکے تعین کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہؓ کی معزولی میں بھی قوم ہی کی رائے سے مدد لینی پڑی، گو اس میں امیر معاویہ کے نائب نے مکر و خدع سے کام لیا تھا، اور قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا۔

امیر معاویہ نے حضرت امیر علیہ السلام کو لکھا تھا کہ تم کو خلیفہ کس نے بنایا؟ حضرت امیر جواب میں فرماتے ہیں:

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان وعلی ما بایعوہم علیہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک رضی فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین (نہج البلاغہ ج ۲، صفحہ ۱۰، مصر)	جس قوم نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی، اور جن شرائط پر بیعت کی تھی اسی نے انھیں شرائط پر میری بھی بیعت کی۔ جو مجلس انتخاب میں نہ تھا اُسکو حق نہیں کہ اپنی رائے پر اصرار کرے، اور جو غیر حاضر ہو اسکو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے، حق مشورہ مہاجرین و انصار کو ہے، اور وہ کسی ایک شخص پر متفق الرائے ہو جائیں اور اسکو امام مقرر کر دیں تو یہ اُنکی رضائے عام کی دلیل ہے۔ پس اگر کوئی متفق علیہ رائے سے کسی طعن یا بدعت کے سبب علیحدہ ہو تو اُن پر واجب ہو گا کہ جس سے وہ علیحدہ ہوا اُسکے قبول پر مجبور کیا جائے اگر وہ اب بھی نہ مانے تو اجماع رائے مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اس سے جنگ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب امیرؓ نے ان چند فقروں میں انتخاب خلافت و جمہوریت کے تمام ارکان کی بہترین تفصیل کر دی ہے، اور ایسی تفصیل جس سے بہتر تفصیل آج بھی نہیں ہو سکتی۔

شجرۃ الرضوان

(از مولوی شاہ محمد جعفر صاحب ندوی پھلواروی)

نمبر (۱)

اللھم صل علی محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔ میرے سابق مضمون میں قریب قریب ان تمام شکوک کا ازالہ موجود ہے جو بعد کے مضمون نگاروں نے پیدا کیے ہیں۔ مگر بعض مخفی اجمال بیان کے باعث لوگوں کو غور و فکر کا موقع نہ مل سکا۔ اس وقت در اصل اسی گزشتہ مضمون کے بعض مقامات کی تھوڑی سی تشریح کر دینی ہے جس کے بعد چہرۂ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے۔

میرا یہ دعوے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاطع شجرۃ الرضوان کہنا ایک بہتان عظیم ہے، اب بھی بدستور قائم و ثابت ہے۔ اس وقت میرا روئے سخن ان لوگوں کی طرف خصوصیت کے ساتھ ہے جو صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری میں قطع درخت کا افسانہ مذکور ہی نہیں، بلکہ تمام صحاح و سنن کی کتابیں اس سے خالی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث شجرۃ الرضوان کے متعلق یوں مروی ہے:۔

(۱) حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا جویریۃ عن نافع قال قال ابن عمر رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان علی الشجرۃ التی بایعنا تحتہا کانت رحمۃ من اللہ تعالیٰ

یعنی نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ آئندہ سال (اس واقعہ بیعت کے) جب لوگ اس مقام حدیبیہ پر پہنچے تو دو آدمی بھی اس درخت کی شناخت پر متفق نہ ہو سکے جس کے نیچے ہم لوگوں نے بیعت کی تھی۔ وہ درخت یا اس کا اخفاء خدا کی جانب سے ایک رحمت تھا (ج ۱ ص ۴۱۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ فرمانا کہ "ہم لوگوں میں سے دو شخص بھی اس کی شناخت پر متفق الخیال نہ ہوئے" عدم پتہ پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری روایت حضرت مسیب بن حزنؓ کی یوں ہے:۔ ج ۲ ص ۵۹۹

...... قال سعید بن المسیب عن ابیہ قال، فرجعنا من العام المقبل نسیناہا فلم نقدر علیہا

یعنی حضرت مسیب بن حزن صحابی فرماتے ہیں کہ دوسرے ہی سال جب ہم لوگ اس جگہ پہنچے تو وہ درخت ہم سب لوگوں سے پوشیدہ ہو گیا اور ہم میں سے کوئی اسکے پتہ پر قادر نہ ہو سکا (باوجود جستجو)

حضرت مسیبؓ کا بھی یہ فرمانا کہ "وہ درخت ہم لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا گیا جسے (باوجود جستجو) ہم لوگوں کو اسکے دوبارہ پانے پر قدرت نہ ملی" عدم پتہ پر دال ہے۔

پھر یہی حدیث بطرق دیگر ایک شعبہ عن قتادہ عن سعید اور دوسری ابو عوانہ عن طارق عن سعید مروی ہے۔ اور ان تینوں حدیثوں کی تفصیل یہ تیسری حدیث ہے جو حضرت طارق بن عبد الرحمن سے یوں مروی ہے:۔

...... عن طارق بن عبد الرحمن قال انطلقت حاجا فمررت بقوم یصلون قلت ما ہذا المسجد قالوا ہذہ الشجرۃ حیث بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعۃ الرضوان فاتیت سعید بن المسیب فاخبرتہ فقال سعید حدثنی ابی انہ کان فیمن بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ قال فلما کان من العام المقبل نسیناہا فلم نقدر علیہا ثم قال سعید ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموہا وعلمتموہا انتم فانتم اعلم

یعنی حضرت طارق بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے کو چلا تو ایک گروہ کے پاس سے میرا گزر ہوا جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول خدا صلعم نے بیعت رضوان لی تھی۔ پھر میں نے سعید بن مسیبؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے کہا ہے کہ میں (یعنی مسیب) ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے رسول خدا صلعم سے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی لیکن دوسرے ہی سال ہم لوگوں سے وہ درخت پوشیدہ ہو گیا اور ہم میں سے کسی نے بھی اسے پالینے پر قدرت نہ پائی۔ پھر سعید نے کہا کہ جبکہ اصحاب رسول تو اسے جان نہ سکے اور تم لوگوں نے اسے جان لیا، تو بڑے جاننے والے تمہیں ٹھہرے۔

یہی حدیث حضرت علاء سفیان عن طارق بھی مروی ہے جس میں سعید بن مسیب کے متعلق ہے کہ وہ یہ خبر (جو طارق نے ان تک پہنچائی تھی) سن کر ہنس پڑے۔ پھر اپنے قول کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت سعید بن مسیبؓ کا اپنے والد کے قول کے بعد ہنس کر یہ فرمانا کہ "اصحاب رسولؐ تو جان نہیں سکے اور تم نے جان لیا تو بڑے جاننے والے تم ہی لوگ ٹھہرے" اول دلیل ہے کہ عموماً صحابہ کرام کی جستجو ناکامیاب رہی کیونکہ وہ دوسرے ہی سال مستتر ہو گیا تھا۔ الغرض حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ عنہم اس درخت کے خفاء و استتار پر متحد اللسان ہیں۔ اور خصوصاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ فرمانا کہ "کانت رحمۃ من اللہ" (جسکے معنی سب مضمون نگاروں نے بھی تسلیم کیے ہیں کہ اسکا اخفاء رحمت تھا تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں) قوی ترین دلیل اس امر کی ہے کہ روئے زمین پر ایک انسان بھی اسکا جاننے یا پہچاننے والا نہ تھا ورنہ بعض کے جاننے اور بعض کے نہ جاننے میں ہرگز یہ مصلحت پوری نہیں ہو سکتی۔

اب رہا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ "لو کنت ابصر الیوم لاریتکم مکان الشجرۃ" (یعنی آج اگر میں بینا ہوتا تو اس جگہ کو دکھا دیتا جہاں شجرۃ الرضوان تھا) قطع کو ثابت نہیں کرتا۔ اس سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس جگہ کو یاد رکھتے تھے۔ اور یہ یاد رکھنا ہرگز اس کے استتار کے خلاف و منافی نہیں۔ جگہ کا یاد رکھنا کچھ آپ ہی کے لیے مخصوص نہ تھا۔ بہتیرے اصحاب کو جو اس درخت کو ڈھونڈھتے تھے وہ جگہ یاد تھی اس لیے کہ وہ سمرۃ کا درخت (بعضوں نے سدرہ کا درخت بھی کہا ہے) ارض حدیبیہ میں ایک وسیع گھاٹی میں واقع تھا۔ جیسا کہ ابن جریر طبری جزو ۲۶ صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں "والشجرۃ التی بویع تحتہا کانت بفج نحو مکۃ" اور تفسیر ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۲۳۳ میں ہے "وان الشجرۃ کانت بارض الحدیبیۃ" الغرض جگہ کا معلوم ہونا کچھ مستتر ہونے کی تردید نہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جگہ اڑ گئی تھی یا وہ قطعۂ زمین بھی غائب ہو گیا تھا۔ اس جگہ کا

باقی رہتا تو بہر صورت ضروری ہے۔ خواہ درخت غائب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہم تو اسکے پہلے ہی سے قائل ہیں کہ حضرت جابرؓ (بلکہ اور صحابہ کرام بھی) اس درخت کو جانتے تھے مگر کب؟ ہم کہتے ہیں اخفاء سے پہلے۔ آپ کہتے ہیں قطع سے پہلے۔ آپ قطع کی روایت پیش کیجیے۔ ہم اخفاء کی پیش کرتے ہیں:

ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت مسیب بن حزن کی روایتوں سے کلیۃً استتار ثابت ہے اور تمام وہ لوگ جو ڈھونڈھتے تھے نہ پا سکے۔ اور بخاری شریف میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی نے بھی اسے پایا ہو بلکہ حضرت سعید کا یہ فرمانا کہ "اصحاب رسولؐ باوجود جستجو اسے نہ پاسکے اور ہم لوگوں نے اُنکے اتنے دنوں بعد جان لیا" جملہ اصحاب کرام کے پاسکنے کی نفی کر رہا ہے۔ پس بخاری شریف سے تو اصلاً اخفاء و استتار ثابت ہوتا ہے۔ لہذا حضرت جابرؓ کے قول "لا رتیکم مکان الشجرۃ" کو اسی کی تائید پر محمول کریں گے کہ وہ اس جگہ کو یاد رکھتے تھے اور درخت کو غائب ہونے سے پہلے پہچانتے تھے نہ کہ قطع ہونے سے پہلے۔ اب جو لوگ اسکے یہ معنی لیتے ہیں کہ وہ قطع ہونے سے پیشتر پہچانتے تھے، انہیں لازم ہے کہ اپنی تائید میں عبد اللہ بن عمر اور مسیب بن حزن کی روایتوں کی طرح ویسی ہی متصل اور قوی روایت پیش کریں جو استتار و اخفاء کو رد کرے اور قطع کو ثابت کرے۔

میں اگلی روایت کو پیش کر کے حقیقت آشکارا کر دینا مناسب سمجھتا ہوں ناظرین کرام! واضح ہو کہ اس قطع درخت کے افسانے سے صحاح ستہ اور مسند امام حنبل بالکل پاک ہیں۔ محدثین متقدمین میں فقط دو بزرگوں نے اسے لکھا ہے۔ ایک تو ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں اور دوسرے ابن سعد نے اپنی "طبقات" میں۔ مصنف ابن ابی شیبہ جہاں تک مجھے علم ہے شاید ہندوستان میں کہیں مکمل نہیں۔ ایک ناقص نسخہ حیدر آباد میں ہے اور ایک (غالباً شروع کی جلد) مولانا ناصر حسین صاحب مجتہد کے کتبخانے میں ہے۔ اور جلد ثانی و رابع و خامس مولانا عبد الحیؒ صاحب کے کتبخانہ فرنگی محل میں ہے۔ ان مذکورہ دو مجلدوں کے نسخوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ (باوجودیکہ صلح حدیبیہ وغیرہ کے اندر اوراق ملے) کہ اسکے رواۃ و الفاظ پر غور کریں۔ البتہ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷۳ فقط اتنا لکھا ہے کہ "واخرج ابن ابی شیبۃ عن نافع قال بلغ عمرؓ الخ" جس سے معلوم ہوا وہ بھی نافع ہی سے مروی ہے۔ ہاں طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۷۳ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی دونوں روایتوں کے بعد یہ روایت قطع یوں لکھی ہے:

اخبرنا عبد الوہاب بن عطاء قال حدثنا عبد اللہ بن عون عن نافع قال کان الناس یاتون الشجرۃ التی یقال لہا شجرۃ الرضوان فیصلون عندہا قال فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فاوعدہم فیہا و امر بہا فقطعت	یعنی حضرت نافع فرماتے ہیں لوگ اس درخت کے پاس جو شجرۃ الرضوان کہا جاتا تھا آکر نمازیں پڑھتے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے انہیں دھمکایا اور پھر کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پس وہ کاٹ ڈالا گیا۔

ارباب انصاف و دیانت ذرا غور کریں۔ بخاری شریف کی اُن دو روایتوں کے مقابل میں جو خود ابن سعد نے بھی اس روایت قطع شجر سے پیشتر ہی نقل کی ہیں یہ روایت پیش کی جاتی ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی اسلیے کہ

(الف) یہ روایت منقطع ہے کیونکہ حضرت نافع (مولی ابن عمرؓ) نے حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا ہی نہیں اور وہ بلا واسطہ روایت فرماتے ہیں۔ درمیان میں ایک واسطہ بالکل غائب۔

(ب) اس کا ایک راوی (عبد الوہاب بن عطاء) مجروح ہے جس کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں "لیس بقوی" اور تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۴۵۰ میں لکھا ہے "لیس عندہم بقوی" اور تقریب التہذیب صفحہ ۲۲۲ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "صدوق ربما اخطأ"

(ج) حضرت نافع کا قول "کان الناس یاتون الشجرۃ التی یقال لہا شجرۃ الرضوان" یہ نہیں ثابت کرتا کہ وہ اصلی شجرۃ الرضوان تھا ورنہ آپ بصیغۂ تمریض یہ کیوں فرماتے کہ "الشجرۃ التی یقال لہا شجرۃ الرضوان" بلکہ صاف صاف بصیغۂ جزم یوں فرماتے کہ "کان الناس یاتون شجرۃ الرضوان" یا جسکے "الشجرۃ التی بایع تحتہا" فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں صیغۂ تمریض کے متعلق لکھتے ہیں "والفاظ التمریض کیُروی و یُذکر و یُحکی و یُقال و قیل و نحوہا" انتہی۔ خدا بھلا کرے سلیمان بن عبد اللہ بن عبد الوہاب نجدی کا کہ اس نے اس مسئلہ کو بہت روشن اور صاف کر دیا اور تیسیر العزیز الحمید صفحہ ۔۔ میں صاف صاف لکھ دیا کہ "الشجرۃ لیس شجرۃ کانت فی الحدیبیۃ وقد امر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقطع شجرۃ توھموا انہا الشجرۃ التی بایع الصحابۃ تحتہا بیعۃ الرضوان لما رای الناس ینتابون ویصلون عندہا کانہا المسجد الحرام او مسجد المدینۃ" یعنی یہ وہ شجر تھا جو حدیبیہ میں واقع تھا اور حضرت عمر بن خطابؓ نے اس درخت کو کٹوانے کا حکم دیا جس کے متعلق لوگوں کا وہم تھا کہ وہی شجرہ ہے جسکے نیچے صحابہ کرام کی بیعت رضوان ہوئی تھی۔ الخ

کیوں حضرت ناظرین! اب اسکے جعلی درخت ہونے میں کسی کو عذر ہو سکتا ہے اور سب کو اسکے نیچے گردن جھکا دینی چاہیے۔ اسلیے کہ "الحق ما شہدت بہ الاعداء"

(د) سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف کی اس حدیث کے مقابلہ میں پیش کی جاتی ہے جو خود حضرت نافع عن ابن عمرؓ سے متصلاً یوں مروی ہے کہ "رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان علی الشجرۃ التی بایعنا تحتہا کانت رحمۃ من اللہ تعالٰی"

ناظرین کرام! اب فیصلہ آپ کے دست دیانت و انصاف میں ہے جبکہ یہ کیسا کھلا ہوا تضاد ہے۔ ہر صاحب فہم و عقل بتا سکتا ہے کہ کس طرف کا پلہ بھاری ہے اور کس روایت کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔ بخاری شریف کی متصل حدیث کو یا طبقات ابن سعد کی منقطع اور مجروح روایت کو۔ اگر حقیقۃً حضرت عمرؓ شجرۃ الرضوان کو معاذ اللہ کٹوا دیتے تو حضرت نافع حضرت عمرؓ سے حدیث استتار نہ بیان فرماتے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اسکی خبر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو کم از کم ضرور ہوتی اس لیے کہ "اہل البیت ادری بما فیہ"۔

ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت نافع کی یہ روایت قطع (جو خود ہی منقطع ہے) فقط انہی کے بیان کے خلاف نہیں بلکہ ایک اجل تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ کی روایت کے بھی خلاف ہے جو ہنس کر یوں فرما رہے ہیں کہ "ان اصحاب محمد لم یعلموہا و علمتموہا انتم فانتم اعلم" ارباب فن حدیث خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس امتیاز کے روایتی ہی کی حضرت نافع ترجیح نہیں پا سکتے۔ حضرت سعید بن المسیب وہ جلیل القدر تابعی ہیں کہ جن سے زیادہ عالم

تابعی کوئی دوسرا نہ تھا۔ دیکھیے حافظ ذہبیؒ اپنی کتاب العبر باخبار من العبر (نسخۂ قلمی کتبخانہ راجہ صاحب سلیم پور) میں کیا لکھتے ہیں:

قال مکحول وقتادۃ والزہری وغیرہم ما رأینا اعلم من ابن المسیب وقال علی بن المدینی لا اعلم فی التابعین اوسع علما منہ ہو عندی اجل التابعین وقال سعد بن ابراہیم قال سمعت سعید بن المسیب یقول ما احد اعلم بقضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابی بکر ولا عمر منی

حضرت سعید بن مسیب کا خود اپنی زبان سے فرمانا کہ "رسول خدا اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے فیصلوں کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا" اس فسانۂ قطع شجر پر بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ رسول خدا اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ کے جملہ فیصلوں سے بھی واقف تھے۔ پھر ان سے بڑھکر واقعۂ قطع سے بےخبر ہی رہنا نہیں بلکہ ان کے وجدان کے خلاف متحد کر کے جملہ اصحاب کرام سے نفی وجدان کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جس درخت کا ذکر کتاب اللہ کرے، جسکے سایہ میں بیٹھکر رسول نے چودہ سو جانبازوں کی بیعت لی ہو اور جسکی جستجو میں تمام صحابۂ کرام حتی کہ حضرت عمرؓ تک سرگرم ہوں (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) جس کی جگہ تک حضرت جابرؓ کو آخر عمر تک یاد ہو، وہ کٹ جائے اور اس کٹنے کی خبر حضرت سعید بن مسیب تک کو نہ ہو اور حضرت نافع کو بلا واسطہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس سے بےخبر ہوں اور آپ کے غلام جان لیں۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو ایک یادگار رسول کو یاد رکھتے ہوں۔ حتی کہ اس درخت کو جہاں رسول خدا بیٹھے ہوں پہچان کر پانی سے سینچتے ہوں (کما فی البخاری وکتب الرجال وشروح الموطا) وہ تو اس درخت کو بھول جائیں اور اسکے علم قطع سے بےخبر رہ کر اسکے خلاف روایت کریں، اور انکے مولی بلا واسطہ اس سے واقف ہو جائیں۔ یہ کیا اندھیر ہے اور یہ کیسا کھلا ہوا ظلم ہے؟ اگر درایت اسی کا نام ہے تو خدا ہر مسلمان کو ایسی درایت سے مامون و محفوظ رکھے۔ آمین

نئے خریداروں کو ہدیہ

سچ کے ایک قدردان جناب مولوی محمد محسن صاحب وکیل پرتاب گڈھ نے اپنے والد ماجد کے لاجواب میلاد شریف "نغمۂ حرم" کے کچھ نسخے ہیں اسلیے مرحمت فرمائے ہیں کہ سچ کے ہر جدید خریدار کو ایک ایک نسخہ ہدیۃً دیا جائے۔ سچ کے وہ ناظرین جو ابتک خریدار نہیں ہیں انکو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جو صاحب تین روپیہ اخبار کے سالانہ چندہ کے اور ۴ محصولڈاک کے بھیجکر ارسال فرمائیں گے ان کے نام انشاء اللہ تعالی

نغمۂ حرم

کا ایک نسخہ بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا جائے گا۔ اور اخبار تو سال بھر برابر پہنچتا رہے گا۔

مہتمم

جمہوریت اور اسلام

نمبر (۲)

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

"جسکو ہم تنظیم کہتے ہیں، اسکا شرعی نام جو محمد رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے نکلا ہے، وہ جماعت ہے۔ تنظیم کرنے کو جمع یا جمع کلمہ، اور تنظیم ہونے کو اجتماع یا اجتماع کلمہ کہا گیا ہے۔ اس جماعت کے صدر یا رئیس کا نام امام یا امیر اور اسکے ارکان مشورہ کا نام اولوالامر ہے۔ ڈسپلن کا شرعی نام جس کی تائید محمد رسول اللہ صلعم نے کی ہے، اطاعت ہے اور آزادی کے اظہار کا نام قول حق ہے۔" (خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء ہند دورۂ ۱۳۴۵ھ بمقام کلکتہ صفحہ ۱۲)

"جمہوریت، جسکی ہوا آج کل دنیا میں چل رہی ہے، وہ لوگ اپنی کوتہ اندیشی اور علماء وقت کی تنگ خیالی کے باعث اسلام کے اصول سیاست اور طریق حکمرانی کے خلاف سمجھ رہے ہیں، اسلیے بھی اپنی جمہوریت کے بچانے کے لیے خلافت سے دست برداری کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ غایت درجہ اسلام کی روح سے ناآشنائی کا ثبوت ہے۔ اسلام نے تو جمہوری ہی سلطنت کا نقشہ ہمارے پیش نظر کیا ہے۔ لیکن ہمارے سلاطین اور امراء نے اس نقشہ کو شخصیت کے رنگ میں بدل دیا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۳۲)

"انہیں اسباب کی بنا پر آج سخت ضرورت ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں، اور ارض مقدس سے بڑھکر جو مہد اسلام ہے، اور کون زمین اسکی مستحق ہو سکتی ہے کہ وہاں ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم ہو، جسکا نظام عمل، خلافت راشدہ کے منہاج، شریعت کے قانون، اخوت اسلامیہ کی وسعت اور دین کی سیاست پر مرتب کیا جائے۔۔۔۔۔ ضرورت ہے کہ سلطان (ابن سعود) کے سامنے صحیح اسلامی حکومت کا ایک خاکہ پیش کیا جائے، امید ہے کہ وہ اسکے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں گے" (ایضاً صفحہ ۳۶)

"حجاز کے طرز حکومت کے متعلق تمام مسلمانوں کی یہی خواہش ہوگی کہ وہ اسلام کے اصلی نصب العین کے مطابق ہو، جس میں وراثت کے بجائے انتخاب کی صورت اختیار کی جائے۔ حجاز میں سلطان ابن سعود نے بادشاہ منتخب ہونے یا اپنی ملکیت کے اعلان کرنے میں جتنا جلدی کی۔ یقیناً حجاز کے لیے ملکیت کا لقب بالکل نامناسب ہے، اور یہ وہی نفرت انگیز لقب ہے، جو شریف حسین کی پیشانی کا داغ ہے۔ مستحسن نہ تھا کہ اس داغ کو سلطان ابن سعود اپنی پیشانی پر لگائیں۔ ملک عرب میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے بجائے ایک وسیع سلطنت کے منتظر کو یقیناً اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور مطمح نظر ہمارے متحدہ عرب کے خواب کی کچھ تعبیر اس سے نکلتی ہے، اگر ضرورت ہے کہ اس اتحاد کا تخیل شہنشاہی کے دعوے سے بالاتر ہو۔" (ایضاً صفحہ ۳۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

اردو کا مشہور رسالہ جو [illegible] سے اردو کی قابل قدر خدمت انجام دے رہا ہے [illegible] فصیح زبان، اعلیٰ [illegible] علمی و ادبی [illegible] دلچسپ مضامین [illegible] اگر آپ [illegible] ادبی [illegible]

منیجر الناظر لکھنؤ

میلاد النبی صلعم

مشہور [illegible] میلاد [illegible]

قیمت [illegible]

نغمہ حرم

[illegible]

قیمت ۱۲ر

تاریخ عرب

[illegible]

قیمت [illegible]

تفسیر القرآن فی معارف القرآن

[illegible] قرآن کریم کی روشنی میں [illegible]

الخلافۃ الکبریٰ ۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر [illegible]

بیان ۔ سورۂ آل عمران کی تفسیر [illegible]

الصراط المستقیم [illegible]

سبیل الرشاد سورۂ [illegible] کی تفسیر

کلید خزائن اردو

اگر قرآن شریف کی کسی آیت کو تلاش کرنا ہو یا آپ [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

کشاف الہدی

مشہور [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

ترجمہ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible] سال شائع ہوئی قیمت جلد اول ۔ دوم ۔ سوم [illegible] چہارم پنجم ششم [illegible] دہم ۔ یازدہم [illegible]

مقدمہ کا ترجمہ [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

علوم القرآن

[illegible]

مصنفین اردو

اردو کے تین سو سے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی [illegible] مکمل تصانیف کی فہرست معہ [illegible] بیان سال بسال شائع ہوئی ہے [illegible]

قیمت ۔ ۵ر

منیجر الناظر بک ایجنسی

بصائر القرآن

[illegible] قیمت [illegible]

تصوف اسلام

[illegible] اسلامی تصوف [illegible]

قیمت [illegible]

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت [illegible]

حقایق اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت [illegible]

جدید دور اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible] قیمت [illegible]

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible] قیمت [illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible] قیمت [illegible]

نامہ [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ ۔ الناظر بک ایجنسی ۔ لکھنؤ

باہتمام [illegible] الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا